# احادیث سے صحابہ کرام کا استدلال و امتثال

(از مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری)

(۴)

**حضرت عبداللہ بن عمر** فاروق اعظمؓ کے متعدد صاحبزادے ہوئے مگر عشقِ رسالت و اتباعِ سنت کے خصوصی امتیاز کے سبب چار دانگ عالم میں شہرت صرف حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پائی۔ ان کے اتباعِ سنن و امتثال فرامین نبویہ کے صدہا واقعات ہیں جو بغرض اسوہ عمل پڑھنے کے قابل ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے یہاں کچھ درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) عبداللہ بن دینار روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک بار حج کے لئے جا رہے تھے۔ آپ کی اونٹنی کے ساتھ سواری کے لئے ایک گدھا بھی تھا جب اونٹنی تھکی ہوئی معلوم ہوتی تو آپ گدھے پر سوار ہو جاتے۔ اسی طرح سفر کرتے جا رہے تھے کہ ایک اعرابی سے ملاقات ہو گئی۔ اس کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پوچھا کہ کیا تو فلاں ابن فلاں ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کا نام و نشان معلوم کر لینے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کو اپنا ایک عمامہ اور اپنی سواری کا گدھا دے دیا۔ بعض رفقاء سفر نے کہا کہ اعرابی (بدوی آدمی) کو ایک دو درم دے دینا کافی تھا۔ فرمایا ہاں! لیکن یہ میرے باپ کا شناسا اور دوست تھا۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

ابرّ البرّ صلة المرء اهل وُدّ ابیہ — یعنی باپ کے دوست سے نیک سلوک کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔

اس لئے اس حدیث پر عمل ہو جانے کے خیال سے میں نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔[۱]

اس واقعہ سے اس کے اتباع سنت و امتثال حدیث نبوی کا حال صاف ظاہر ہے آج باپ کے انتقال کے بعد اس طرح کی مالی اعانت باپ کے دوستوں کے ساتھ کرنے کا احساس اب کہاں باقی ہے؟

(۲) زیاد بن جبیر راوی ہیں کہ ایک بار میں عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ منیٰ سے گزر رہا تھا۔ یکایک

[۱] مسند احمد جلد اول ص۹۱ طبع اول

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے پاس جا پہنچے۔ اور اس کو اونٹ کو نحر کرنے کا طریقہ بتلانے لگے۔ وہ شخص اونٹ کو نحر بٹھلا کر کر رہا تھا تو آپ نے اس کو ٹوک کر فرمایا

اِبْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[1]    یعنی جانور کو کھڑا کر کے باندھ کر نحر کرو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس معاملہ میں یہی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو چلتے پھرتے اتباع سنت کا خیال رہتا تھا اور مسنون طریقہ پر قائم رکھنے کا جذبہ بھی غالب تھا۔

(۳) ایک موقعہ پر حضرت عبداللہ بن عمر نے حجر اسود کا بوسہ لیا تو فرمایا کہ چونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود کا استلام (بوسہ لیتے ہوئے) ہمیشہ دیکھا ہے

فَلَا اَدَعُ اِسْتِلَامَهُ فِيْ شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ[2]    اس لئے میں اس کا بوسہ کبھی نہیں چھوڑتا خواہ اژدحام کی کیسی ہی سختی رہی ہو۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عاشقانِ سنن نبویہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے سرِ مو کبھی اختلاف نہیں کرتے تھے۔ نرمی اور سختی کے دوگونہ مواقع پر سنت ہی کے مطابق اپنا عمل رکھتے تھے

(۴) ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ جب سے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر شخص کی وصیت اس کے پاس لکھی رہنی چاہیئے۔

فَمَا بِتُّ مِنْ لَيْلَةٍ اِلَّا وَصِيَّتِيْ عِنْدِيْ مَوْضُوْعَةٌ[3]    تو پھر کوئی رات ایسی نہ گذری کہ میری لکھی ہوئی وصیت میرے پاس نہ ہو۔

اس سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا جذبہ اتباع و امتثال صاف ظاہر ہے کہ ادھر فرمانِ رسالت سنا ادھر اس پر عمل پیرا ہو گئے۔

(۵) حضرت نافعؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اپنی سواری پر نفلی نماز بلا جہت قبلہ بھی پڑھ لیتے تھے۔ تو میں نے اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو جواب دیا۔

رَاَيْتُ اَبَا الْقَاسِمِ يَفْعَلُهٗ[4]    کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نفلی نمازوں میں ایسا کرتے دیکھا ہے۔

[1] مسند احمد جلد دوئم ص۳ طبع اول [2] ایضاً [3] ایضاً ص۱ [4] ایضاً ص۶

اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے نوافل و فرائض کے جملہ طاعات کے لیے آنحضرتؐ ہی کے طرزِ عمل کو سند گردانتے تھے۔ اور اپنے عمل کی دلیل میں یہی فرماتے تھے کہ ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی عمل تھا۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں عبدالعزیز بن مروان نے اپنے ایک خط میں لکھا کہ آپ کی جو مالی ضروریات ہوں ان کو میری طرف دیکھیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمانِ رسالت کو پیش نظر رکھ کر بہتر انداز میں جواب دیا کہ میں تم سے خود کوئی درخواست نہیں کر سکتا

الید العلیا خیر من الید السفلیٰ[1] — لیکن اگر خدا تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے مجھے کچھ عطا کرنا چاہے میں اسے رد بھی نہ کروں گا۔

چونکہ دوسری جگہ اس مضمون کی حدیث موجود ہے کہ جو سوال کیے بغیر ملے اسے رد نہ کرو اس لیے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کے از خود ارسال ہدایا و عطایا کو اس حدیث نبوی کے تحت قبول کرنے کا ارادہ بھی ظاہر فرمایا۔

(۷) حضرت سالمؒ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) جب کسی باہر جانے والے آدمی سے رخصتی کی ملاقات کرتے تو فرماتے میرے پاس آؤ تم کو اس طرح الوداعی دعا دے کر رخصت کروں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا دے کر مسافر کو رخصت کرتے تھے یہ کہہ کر دعاء نبوی جانیوالے کے سامنے پڑھتے

استودع اللہ دینك وامانتك وخواتیم عملك[2] — یعنی میں تمہارے دین اور امانت اور تمہارے خاتمۂ عمل کے معاملے میں تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

اس روایت سے حدیث نبوی کے اتباع و امتثال کا حال خوب ظاہر ہے۔

(۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کھانے کے بعد اپنی ایک ایک انگلی کو خوب احتیاط سے چاٹتے اور فرماتے کہ میں ایسا اس لئے کر رہا ہوں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

انك لا تدری فی ای طعامك تكون البركة — یعنی تمہیں کیا خبر کہ کھانے کے کس دانہ میں برکت شامل ہے۔

لہٰذا برکت کے خیال سے ہر ایک انگلی چاٹتا ہوں کہ ممکن ہے برکت والا دانہ اسی انگلی میں موجود ہو۔[3]

---

[1] مسند احمد جلد ثانی صـ [2] ایضاً [3] ایضاً۔

اس حدیث میں سے تہذیب نوین آلودہ حضرات کو سبق حاصل کرنا چاہیئے جو برتن چاٹنے کو عار سمجھتے ہیں اور کھانے کے برتنوں کو گندی حالت میں چھوڑ دیتے ہیں۔ زیادہ افسوس ناک یہ امر ہے کہ "نئی روشنی" سے متاثر بعض علماء تک اس سنتِ نبوی سے نہ صرف بے اعتنائی برتتے ہیں بلکہ اس سے بدکتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ

(۹) حضرت نافع سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر ایک مقام پر جا رہے تھے ان کے ساتھ میں بھی تھا۔ یکایک چرواہے کے بانسری بجانے کی آواز آئی آپ نے دونوں کانوں کو انگلیوں سے بند کر لیا اور اپنی سواری کو اس راستہ سے موڑ لیا اور چلتے چلتے مجھ سے پوچھتے رہے کہ اے نافع وہ آواز ختم ہوئی یا نہیں میں عرض کرتا رہا کہ ابھی بانسری کی وہ آواز آ ہی رہی ہے جب میں نے یہ اطلاع دی کہ وہ آواز ختم ہوگئی تب آپ نے انگلیوں کو کانوں سے الگ کیا اور سواری کو منزلِ مقصود کے راستہ پر لائے اس کے بعد فرمایا

رأیتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعَ صوتَ زمارۃِ راعٍ فصنعَ مثلَ ھذا [۱]

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک بار چرواہے کی بانسری کی آواز کو آنحضرتؐ نے سنا تو ایسا ہی عمل اختیار فرمایا

اس واقعہ سے ہمارے ناظرین کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اتباع کامل و امتثالِ صادق کا حال خوب وضاحت سے معلوم ہوا ہوگا۔ بانسری کی آواز پر کان بند کر لینا۔ سواری کو منزلِ مقصود کے راستے سے موڑ کر الگ کر لینا آج کے دور میں کس قدر عجیب و غریب عمل ہے۔ آج سماع دلچسپی سے گانے باجے سننے کے لئے علم سوسائٹی، سینماؤں، ریڈیو ہالوں، تھیٹروں، قوالیوں، عرسوں میں بڑی اکثریت سے شرکت کرتے ہیں۔ خاصکر سینما ہال تو انہی کی غالب اکثریت سے آباد رہتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ سفر میں اب کیوں قصر کیا جائے اب تو ہمیں امن و اطمینان میسر ہے جواب دیا۔

لا نعلمُ شیئًا فانما نفعلُ کما رأینا محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم یفعلُ [۲]

یعنی بھائی ہم کچھ نہیں جانتے ہم تو وہی کررہے جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔

اس روایت سے بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا جذبۂ امتثال صاف ظاہر ہے۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک نوجوان آئے اور آتے ہی دروازہ پر پکار کر کہنے لگے۔ اَاَدخُلُ "یعنی کیا میں اندر آسکتا ہوں" حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آواز کو پہچان کر فرمایا صاحبزادے سنت نبویہ یہ نہیں

[۱] مسند احمد جلد دوئم ص۸　[۲] ایضاً ص۶۶

ہے بلکہ یہ ہے کہ آنے والا پہلے السلام علیکم کہے اگر اس کو جواب ملے تو پھر اس کے بعد داخلہ کی اجازت طلب کرے۔[۱]

اس واقعہ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا جذبۂ امتثال ظاہر ہوا کہ بے تکلف اور جانے پہچانے لوگوں کو بھی اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے جب تک وہ سنتِ نبویہ کے مطابق سلام اور اجازت کے حصول پر عمل نہ کرے۔

(۱۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص سائل کو کھانا کھلایا اس نے جب کھانا شروع کیا تو بہت پرخوری سے کام لیا۔ جب وہ کھا چکا تو آپ نے اپنے غلام حضرت نافعؓ سے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے میرے یہاں یہ شخص نہ داخل ہونے پائے اس لئے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے پرخور سے نفرت کی ہے تو مجھے بھی نفرت ہے۔[۲]

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے سخی و فیاض نے پرخوری کرنے والے انسان سے اس لئے نفرت و بیزاری ظاہر کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے پرخور انسان سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیا ہے۔

(۱۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو کسی نے دیکھا کہ وہ صفا اور مروہ کی درمیانی وادی میں بجائے "سعی" کے آہستہ آہستہ چلتے تھے۔ تو اس نے آپ سے پوچھا کہ آپ "سعی" کیوں نہیں کرتے ہو آپ نے جواب دیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "سعی" بھی کرتے دیکھا ہے اور "مشی" بھی۔ چونکہ آج میں شیخ کبیر (بڑا بوڑھا) ہو گیا ہوں مشی ہی کر سکتا ہوں۔[۳]

اس روایت سے جذبۂ امتثال کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے ہر عمل کے لئے سنتِ نبویہ ہی سے سند و شہادت لاتے تھے۔ کوئی بھی عمل خلافِ سنت دیدہ دانستہ ان سے سرزد نہیں ہو سکتا تھا۔

(۱۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یحییٰ بن سعید کے لڑکے کو دیکھا کہ وہ ایک مرغی کو باندھ کر اپنا نشانہ ٹھیک کرنے کے لئے اس پر تیر چلانے کی مشق کر رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ امر منکر نہیں دیکھ سکے مرغی کو فوراً جا کر کھول دیا کہ جانور پر نشانہ سدھانے کے لئے تیر چلا کر اس کو تڑپانا سخت بے رحمی کا کام تھا۔ اس کے بعد اس لڑکے کو ساتھ لے کر مزید تادیب و تنبیہ کے لئے اس کے باپ کے پاس چلے گئے اور اس کی بے رحمی و نشانہ بازی کا واقعہ سنایا اور فرمایا میں نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے جانور

[۱] مسند احمد جلد ثانی صفحہ ۳۳ [۲] ایضاً صفحہ ۴۳ [۳] ایضاً صفحہ ۶۱

کو صبراً یعنی باندھ کر نشانہ کرنے سے منع فرمایا ہے[1]

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام خلافِ شریعت ذرا سا عمل بڑے سے بڑے امیر آدمی کا بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق امر منکر کا ازالہ دل سے زبان سے اور طاقت کے ذریعہ کرنا چاہتے تھے۔

(۱۵) حضرت نافعؒ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا دعوتوں سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آپ داعی حضرات کی دعوتوں کو قبول کر لیتے تھے۔ اور اگر کبھی بوجہ روزہ دعوت کا کھانا نہ بھی کھانا ہوتا تو بھی مجلس دعوت میں حاضری دے دیتے۔ اور فرماتے کہ میں ایسا اس لئے کرتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلَی الدَّعْوَۃِ فَلْیُجِبْ[2] — یعنی جب تم میں سے کسی شخص کو دعوت دی جائے تو اس کو چاہیئے کہ وہ قبول کرے۔

چونکہ یہ فرمان مطلق حالت میں تھا اس لئے باوجود روزہ کے بھی آپ دعوت میں شرکت کرتے تاکہ حکم نبوی کی تعمیل ہو جائے۔

اس روایت سے ان حضرات کی معاشرتی زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ان کے آپس کے اخلاق کس قدر بلند تھے ایک کا دعوت دیتے دوسرے کا باوجود کھانا وغیرہ نہ کھا سکنے کے اعزازاً و تکریماً شرکت ہی کر لیتے۔

(۱۶) حضرت نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ قربانی کے پہلے دن "رمی جمار" سوار ہو کر کرتے اور باقی دن پا پیادہ رمی جمار کرتے اور فرماتے میں ایسا اس لئے کرتا ہوں کہ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے کرتے دیکھا ہے[3]

اس روایت سے عاشق سنت حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے قدم بہ قدم اتباع و امتثال کا حال معلوم ہوا

(۱۷) سعید مقبری راوی ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ایک آدمی سے مشورہ کر رہے تھے کہ ایک تیسرا آدمی بلا اجازت شریک مشورہ ہونے لگا آپ نے اس کے سینہ پر دھکا لگا کر ہٹا دیا اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہوئی ہے

اِذَا تَنَاجٰی اِثْنَانِ فَلَا یَدْخُلْ بَیْنَہُمَا الثَّالِثُ اِلَّا بِاِذْنِہِمَا[4] — یعنی دو شخصوں کا مشورہ و سرگوشی میں تیسرا شخص بلا اجازت داخل نہ ہو پس تم خلافِ حدیث بلا اجازت کیوں شامل ہو رہے ہو۔

---

[1] مسند احمد جلد ثانی ص۹ [2] ایضاً ص۱۰۱ [3] ایضاً ص۱۱۴ [4] ایضاً ص۱۳۸۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ دو آمیوں کی سرگوشی اور رازدارانہ گفتگو کے موقع پر کسی کو خواہ مخواہ ہرگز دخیل وشریک نہ ہونا چاہیئے جیساکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بموجب حدیث نبوی بلا اجازت شامل ہونے والے کو الگ کر دیا۔

(۱۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں داخل ہوا میرا تہ بند ایڑیوں سے نیچے لٹک رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا کہ اپنے تہ بند کو اونچا کر و پس میں نے اسی دن سے اپنے ازار (تہ بند) کو نصف پنڈلی تک کر لیا حضرت نافع فرماتے ہیں

فلم تزل ازرتہ حتی مات ؎۱

یعنی پھر تہ بند کا وہی اونچا مقام دم واپسین تک قائم رہا۔

ہمارے ناظرین اس واقعہ سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ ادنی اشارۂ نبوت پر تادم حیات عامل رہے اور آدھی پنڈلی تک تہ بند کو پوری زندگی باندھتے رہے۔ ایک آج کے مسلمان کی عملی زندگی کہ ۹۹ فی صدی مسلمان؏ ازار، پاجامہ، ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر چلتے ہیں۔ مخالفت حدیث کا ایک ذرہ احساس وفکر نہیں رکھتے

(۱۹) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص "شام" سے تیل فروخت کرنے آیا۔ میں نے اس سے بھاؤ تاؤ کر کے خرید لیا جب میں خرید چکا تو ایک شخص نے مجھے زیادہ نفع دے کر مجھ کو فروخت کرنے پر راضی کر لیا قریب تھا کہ میں اس کے ہاتھ پر بیع پختہ کروں کہ ایک شخص نے میرے بازوؤں کو پیچھے سے پکڑ لیا میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔ کہنے لگے کہ خرید کردہ مال کو پہلے اپنے گھر پر لے چلو پھر اپنے قبضہ میں لانے کے بعد کوئی معاملہ بیع کا کر سکتے ہو اس سے پہلے نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جب مجھے ارشاد نبوی معلوم ہوگیا فامسکت یدی ؎۲۔ تو میں نے اپنے ہاتھ کو خریدار کے ہاتھ پر بیع کے پختہ کرنے کے لیئے جو مارنا چاہا تھا ہٹا لیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مسئلہ حقہ معلوم ہونے کے بعد صحابہ کرامؓ مال و منافع کا کچھ خیال نہیں کرتے تھے جو فرمان رسالت سے واضح ہوتا تھا۔ نیز اس سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ مال کو قبضہ میں لانے سے پہلے کسی اور سے اس کا سودا کر لینا درست نہیں ہے۔

---

؏ بلکہ بازمانہ ساز کے فلسفہ کے قائل بعض اہل حدیث کہلانے والے اہل حدیث بھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

؎۱ مسند احمد جلد دوم صہ ۱۴۱ ؎۲ مسند احمد جلد پنجم صہ ۱۹۱

بنابریں "سٹہ بازی" "لاٹری" وغیرہ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ شرعاً غلط اور باطل ہے۔

(۲۰) حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب اپنے متعلقین میں سے کسی کو دیکھتے کہ وہ "نرد" یعنی شطرنج وغیرہ کھیل رہا ہے تو کھیلنے والے افراد کو خوب سزا دیتے مارتے پیٹتے اور اس کے آلاتِ لہو ولعب کو توڑ تاڑ کر پھینک دیتے[1]

اس سے معلوم ہوا کہ منکرات شرعیہ کے مٹانے میں افضل طریقہ "تغییر بالید" پر عمل فرماتے اور اس طرح حدیث نبوی من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ الخ پر کے مقتضیٰ پر عمل درآمد کرتے۔

(۲۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک بار کسی غصہ میں ایک غلام کو زدوکوب کیا پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کی پیٹھ کو کھول کر دیکھا اور پوچھا کچھ درد و تکلیف ہے اس نے کہا نہیں فرمایا خیر تم کو تکلیف ہو یا نہ ہو لیکن میں تم کو قیدِ غلامی سے آزاد کرتا ہوں پھر ایک "تنکا" زمین سے اٹھا کر حاضرین مجلس سے کہا کہ مجھے اس تنکا کے برابر بھی اسکے آزاد کرنے میں ثواب نہیں ہے لیکن میں نے اسکو اس لیئے آزاد کر دیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنے غلام کو مارے یا اس کے چہرہ پر طمانچہ لگائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے[2]

اس واقعہ سے جہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا جذبہ امتثال و اطاعت ظاہر ہوتا ہے وہاں انکے احساس آخرت کا بھی خوب اندازہ ہوتا ہے کہ ذرا غلطی و لغزش ہوئی فوراً اسکی تلافی و تدارک کا انتظام فرمالیا۔ آج آخرت کا یہ خوف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا یہ جذبہ کہیں خال خال بھی نظر نہیں آتا۔ الا ما شاء اللہ۔

(۲۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ "سلام" کو پھیلاؤ اس کو بھی سلام کرو جس کو پہچانتے ہو اور اس کو بھی جسکو نہ پہچانتے ہو اس حکم کی تعمیل میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بازار نکل جاتے اور غریبوں مسکینوں، عام بازاری آدمیوں میں سے جس کسی سے ملاقات ہو جاتی سب کو سلام کرتے ایک دن طفیل نامی ایک صاحب حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ملنے آئے انہوں نے کہا آؤ بازار چلیں طفیل نے کہا بازار آپ بلا مقصد ہی جایا کرتے ہیں نہ کچھ خرید کرتے ہیں نہ کسی چیز کا بھاؤ معلوم کرتے ہیں نہ کسی دوکان پر بیٹھتے ہی ہیں۔ فرمایا تم نے سمجھا نہیں میں بازار افشاءِ سلام کا مقصد لے کر جاتا ہوں انکے الفاظ یہ ہیں انما نغدو من اجل السلام علی من لقینا[3]

سبحان اللہ! حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا جذبۂ شوق اتباع سنت!

آج دنیا میں اور امیرانہ و رئیسانہ دنیا میں عام و خاص سے افشاء اسلام کیلئے بازاروں میں جانیکی مثال ایک ڈھونڈھیں

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

(باقی بر صفحہ ۳۱۰)

---

[1] ادب المفرد للبخاری صفحہ ۱۹۶ [2] ایضاً صفحہ ۲۹ [3] ایضاً صفحہ ۱۴۸